۱۲

قادیان میں کوئی مرد یا عورت اَن پڑھ نہ رہے

کتابی علم کے ساتھ کوئی نہ کوئی پیشہ بھی سیکھنا چاہیئے

(فرمودہ ۲۱/اپریل ۱۹۳۹ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

''مَیں نے خدّام الاحمدیہ کے متعلق جو خطبات پڑھے تھے اُن میں ایک بات مَیں نے یہ بیان کی تھی کہ تعلیم کو عام کیا جائے۔ اِس بارہ میں مَیں نے خدّام الاحمدیہ کو کچھ عرصہ پہلے بعض ہدایات دی تھیں اور مجھے بتایا گیا ہے کہ قادیان کے دو محلّوں میں کام شروع ہے مگر مَیں چاہتا ہوں کہ یہ کام ساری قادیان میں شروع کر دیا جائے۔ دو محلّوں میں دو ماہ تک کام کرنے سے خدّام الاحمدیہ کو اِس کا تجربہ ہو چکا ہوگا اور قادیان میں اتنے پڑھے ہوئے لوگ موجود ہیں کہ اگر یہاں کے تمام اَن پڑھوں کی تعلیم کا ہم انتظام کریں تو یہ کوئی مُشکل کام نہیں ہوگا۔ مُشکل وہاں ہوتی ہے جہاں پڑھانے والے کم اور پڑھنے والے زیادہ ہوں مگر یہاں پڑھنے والے پڑھانے والوں کا دسواں حصّہ ہیں۔ مَیں نے یہاں کے اَن پڑھوں کا جو اندازہ کرایا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ایک ایک اَن پڑھ احمدی کو پڑھانے کے لئے نو نو آدمی موجود ہیں اور اگر ہم یہ سمجھ لیں کہ اِن میں سے ایک حصّہ پڑھانے کے قابل نہیں کیونکہ اُن میں بچے بھی ہیں اور نوجوان بھی جن کو پڑھانے کا تجربہ نہیں ہوتا تب بھی اِس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ ایک ایک اَن پڑھ کو پڑھانے کے لئے ایک ایک آدمی بڑی آسانی سے میسّر آ سکتا ہے اور ایسی صورت میں

انتظار کی صرف ایک ہی وجہ ہو سکتی ہے کہ جس محکمہ کے سپرد یہ کام کیا جائے اُسے تجربہ نہ ہو مگر مَیں سمجھتا ہوں خدّام الاحمدیہ کے لئے دو تین ماہ کا تجربہ کافی ہوگا اور اِس لئے اب کوئی وجہ نہیں کہ ہم اِس کام میں تأخیر کریں۔

پس آج مَیں اعلان کرتا ہوں کہ خدّام الاحمدیہ تین دن کے اندر اندر میرے سامنے ایک سکیم پیش کرے کہ کس طرح قادیان کے سب محلوں میں ایک ہی وقت میں تعلیم کو عام کیا جا سکتا ہے؟ جیسا کہ مَیں بتا چکا ہوں تعلیم سے میرا مقصد یہ ہے کہ قرآن ناظرہ پڑھنا آتا ہو اور لکھ پڑھ سکے اور دستخط کر سکے یعنی تھوڑا بہت لکھنا آ جائے اور یہ کوئی مُشکل بات نہیں لیکن جہاں مَیں خدّام الاحمدیہ کے سپرد مَردوں کی تعلیم کا کام کرتا ہوں وہاں مَیں لجنہ کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اِس سکیم کو عورتوں میں رائج کریں اور کوشش کریں کہ ہر عورت لکھنا پڑھنا سیکھ جائے اور اِس کام میں انہیں جس قسم کی مدد کی بھی ضرورت ہوگی وہ ہم مہیا کریں گے جہاں عورتوں میں تعلیم اتنی عام ہے کہ اَن پڑھ عورتوں کو پڑھانے کے لئے انہیں مَردوں کی امداد کی ضرورت نہیں ہوگی۔ البتہ انتظامی لحاظ سے ان کو ضرورت ہو سکتی ہے جو ہم مہیا کر دیں گے لیکن اگر تعلیم کے لئے بھی ان کو ضرورت محسوس ہو تو ایسے معمّر اور قابلِ اعتماد مردوں کا انتظام کیا جا سکتا ہے جو پس پردہ تعلیم دے سکیں مگر مَیں سمجھتا ہوں اِس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

پس مَیں خدّام الاحمدیہ کے سامنے یہ بات رکھتا ہوں کہ وہ کسی ایسی سکیم پر غور کریں جس سے تین ماہ کے اندر اندر تمام مَردوں کو تعلیم دینے کا مقصد پورا ہو سکے۔☆ اپریل کے باقی دن اگر تیاری کے لئے بھی سمجھ لئے جائیں تو مئی، جون، جولائی تین ماہ کام کے لئے ہو سکتے ہیں۔ وہ مجھے بتائیں کہ کوئی ایسی کوشش کی جا سکتی ہے یا نہیں کہ جس سے یکم اگست کو قادیان میں کوئی ایک مَرد اور کوئی عورت بھی اَن پڑھ نظر نہ آئے۔☆☆

جیسا کہ مَیں بتا چکا ہوں عورتوں کی ذمہ داری اِن پر نہیں بلکہ لجنہ پر ہے۔ اِن کے ذمہ

☆ بعد غور اور مشورہ خدّام الاحمدیہ چھ ماہ کا عرصہ مقرر کیا گیا ہے اور خدّام الاحمدیہ نے یہ سکیم پیش کر دی ہے۔ جَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔

☆☆ اب یکم نومبر آخری تاریخ مقرر کی گئی ہے۔

مردوں اور دس سال سے زیادہ عمر کے بچوں کی تعلیم ہے اور وہ کوشش کریں کہ یکم اگست☆ کو کوئی مَرد اور دس سال کی عمر کا بچہ اَن پڑھ نہ رہے۔ یکم اگست☆☆ کو ہم قادیان کا عام امتحان لیں گے اور مَیں خود اِس کی نگرانی کروں گا۔ اگست* کے پہلے ہفتہ میں باری باری سب کا امتحان ہوگا اور اِن کو ثابت کرنا ہوگا کہ یہاں کوئی اَن پڑھ باقی نہیں۔ ممکن ہے بعض آدمی اِس وقت میں پڑھنا نہ سیکھ سکیں اور ایسے لوگوں سے ہم درخواست کریں گے کہ وہ پندرہ بیس روز یا مہینہ اپنا کام چھوڑ کر پڑھائی میں لگے رہیں اور پڑھائی کے مقابلہ میں یہ کوئی بڑی قُربانی نہیں بلکہ بہت فائدہ بخش ہے۔ قُربانی تو دراصل پڑھانے والے کرتے ہیں پڑھنے والوں کا اپنا فائدہ ہے۔ اِس لئے جو لوگ سمجھیں کہ وہ اِس عرصہ میں لکھنا پڑھنا نہ سیکھ سکیں گے اُن کو چاہئے کہ وہ کچھ وقت اِس کے لئے وقف کر دیں اور اِس عرصہ میں کوئی اَور کام نہ کریں۔ مجھے اِس وجہ سے جلدی ہے کہ مَیں چاہتا ہوں کہ قادیان سے فارغ ہو کر ہم گاؤں کی طرف توجہ کریں۔ وہاں کام زیادہ مُشکل ہوگا کیونکہ وہاں پڑھنے والے زیادہ اور پڑھانے والے کم ہوں گے اور ضرورت ہوگی کہ ہم قادیان سے پڑھانے والے لے جا کر اِرد گرد کے دیہات میں تعلیم عام کریں اور اگر ہم دو سال میں بھی اِس امر میں کامیاب ہو جائیں کہ اس وقت تک جو لوگ احمدی ہو چکے ہوں اُن میں کوئی اَن پڑھ نہ رہے۔ تو یہ ایک ایسا شاندار کام ہوگا کہ جس کی مثال ہندوستان میں نہ مل سکے گی۔ آجکل ہندوستان میں تعلیم عام کرنے کا چرچا ہو رہا ہے اور کانگرس وغیرہ ادارے بھی اِس کی طرف متوجہ ہیں۔ پہلے ہماری جماعت تعلیمی لحاظ سے سب سے آگے تھی لیکن اب چونکہ دوسرے لوگوں میں بھی تعلیم کو عام کرنے پر بہت زور دیا جا رہا ہے اِس لئے خطرہ ہے کہ وہ آگے نہ نکل جائیں اور وہ مقام جو سالہا سال سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو عطا کر رکھا ہے وہ ہم سے چھِنا نہ جائے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ ہم اِس معاملہ میں بھی دوسروں سے آگے ہی رہیں۔ کئی سال ہوئے مَیں نے تحقیقات کرائی تھی تو معلوم ہؤا کہ قادیان میں پڑھنے کے قابل لڑکیاں سو فیصدی لکھ پڑھ سکتی ہیں۔ مگر اب جو تحقیقات کرائی تو چونکہ یہاں باہر سے آ کر لوگ آباد ہوتے رہتے ہیں اِس لئے اب کئی لڑکیاں اَن پڑھ موجود ہیں۔ پہلے مَرد یہاں پچاسی فیصدی تعلیم یافتہ تھے

☆ ، ☆☆ ، *: یکم نومبر

مگراب نوّے فیصدی ہیں گویا مَردوں کی تعلیم کے لحاظ سے ہم نے ترقی کی ہے لیکن لڑکیوں کی تعلیم کے لحاظ سے تنزّل ہے۔ پہلے یہاں کوئی اَن پڑھ لڑکی نہ تھی مگراب ہیں اور مَیں چاہتا ہوں کہ ایک طرف تو ہم لڑکیوں کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوں اور دوسری طرف مَردوں کی تعلیم کی طرف۔ اورکوشش کریں کہ دونوں سو فیصدی تعلیم یافتہ ہو جائیں۔ پہلے ہندوستان میں دوسرے لوگوں میں صرف دس، پندرہ یا بیس فیصدی لوگ تعلیم یافتہ تھے مگر ہمارے اسّی نوّے فیصدی تھے اب دوسروں کو تعلیم دینے کی طرف بہت توجہ کی جارہی ہے اور اگر وہ سو فیصدی تعلیم یافتہ ہو جائیں اور ہم میں جو کمی تھی وہ بدستور رہے تو یہ کتنے افسوس کی بات ہوگی۔ مومن کے اندر اللہ تعالیٰ نے جو غیرت پیدا کی ہے وہ اِس امر کی مقتضی ہے کہ ہم سو فیصدی تعلیم والی تحریک میں پہلے نمبر پر رہیں جس طرح پہلے تھے اور کوشش کریں کہ دوسری قومیں ہم سے آگے نہ بڑھ سکیں لیکن اِس تحریک میں ہم کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک وہ لوگ ہماری مدد نہ کریں جو اَن پڑھ ہیں۔ اگر وہ خود کوتاہی کریں تو اِس کا کوئی علاج نہیں ہوسکتا اور مَیں نے خطبہ میں اِس کے لئے اپیل کرنے کی ضرورت اِسی لئے سمجھی ہے کہ تا سب دوستوں کو علم ہو جائے کہ ہمیں تعلیم عام کرنے کی نئی جدوجہد میں بھی اپنے پہلے مقام کو قائم رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے اور چاہئے کہ سارے ہندوستان میں ہم لوگ ہی پہلے ہوں جن میں سو فیصدی تعلیم ہو۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری جماعت تبلیغی جماعت ہے۔ دوسری قوموں میں جب ایک دفعہ سو فیصدی تعلیم ہو جائے گی تو اِن میں نئے اَن پڑھ داخل نہیں ہوں گے۔ آئندہ انہیں صرف بچوں کی تعلیم کا انتظام کرنا ہوگا مگر ہمارے اندر ہر وقت نئے لوگ آتے رہیں گے۔ وہ اگر ایک دفعہ سَو فیصدی تعلیم کر دیں تو اِن کے لئے پھر اِس میعاد کو قائم رکھنا بہت آسان ہوگا مگر ہمارے اندر دوسری قوموں میں سے جو اَن پڑھ آتے رہیں گے اُن کے لئے ہمیشہ فکر رکھنی پڑے گی لیکن یہ چیز ہمارے لئے کسی گھبراہٹ کا موجب نہیں ہونی چاہئے۔ اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت کو جو قوتِ عملیہ حاصل ہے گو ہمیں اِس پر تسلی نہیں لیکن وہ دوسروں سے بہت زیادہ ہے اور اُس کی موجودگی میں یہ کوئی ایسا بوجھ نہیں جو ہم اُٹھا نہ سکیں اِس کام میں جماعت کے دوسرے تجربہ کار لوگوں سے مدد لی جاسکتی ہے۔ گو چونکہ اِس کی ابتدا خدّام الاحمدیہ نے کی ہے

اِس لئے مَیں چاہتا ہوں کہ اِسے ختم کرنے کا سہرا بھی اِنہی کے سر ہو مگر جماعت کے تجربہ کار لوگوں کو چاہیئے کہ اِن کو مدد دیں اور مختلف علاقے مختلف لوگوں کے سپرد کر دیئے جائیں۔ مثلاً حلقہ مسجد مبارک اور مسجد اقصیٰ وغیرہ مدرسہ احمدیہ کے ہیڈ ماسٹر میر محمد اسحاق صاحب کے سپرد کیا جاسکتا ہے وہ اِس معاملہ میں بہت دلچسپی رکھتے ہیں اور کئی مرتبہ مجھ سے اِس کے متعلق گفتگو بھی کر چکے ہیں۔

اِسی طرح بعض علاقے مولوی ابوالعطاء صاحب کے سپرد کئے جاسکتے ہیں اور بھی تجربہ کار لوگوں کے سپرد مختلف حلقے کر کے اِن کو کام کرنے کے لئے کارندے دے دیئے جائیں تو یہ کام سہولت سے ہوسکتا ہے۔

اِس کے علاوہ ایک زائد بات بھی میرے خیال میں ہے میرے خیال میں خالی پڑھنا لکھنا کافی نہیں بلکہ کتابی تعلیم کی نسبت عملی تعلیم کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور اِسی لئے مَیں نے تحریک جدید میں یہ بات بھی رکھی تھی کہ کوئی شخص بے ہُنر نہ رہے۔ ہر احمدی کو کوئی نہ کوئی پیشہ آنا چاہیئے اور اِس لئے مَیں صرف لفظی تعلیم پر بس نہیں کروں گا بلکہ کوشش کروں گا کہ ہر فرد کوئی نہ کوئی پیشہ جانتا ہو، کوئی نجاری، کوئی لوہار کا کام، کوئی موچی کا کام، کوئی کپڑا بُننا اور کوئی معماری وغیرہ جانتا ہو۔ غرضیکہ ہر شخص کوئی نہ کوئی پیشہ اور فن جانتا ہو۔

اِسی طرح بعض اَور باتیں جو عملی زندگی میں کام آنے والی ہیں وہ بھی سیکھنی چاہئیں۔ مَیں انہیں کھیلیں نہیں بلکہ کام ہی سمجھتا ہوں مثلاً گھوڑے کی سواری، تیرنا، کشتی چلانا اور تیر اندازی وغیرہ ہیں۔ ہر احمدی کوشش کرے کہ اِن میں سے کوئی نہ کوئی کام سیکھے اور ہو سکے تو سب سیکھے۔

حضرت خلیفۃ اوّل کئی بار یہ واقعہ سُنایا کرتے تھے اور اُن سے سُن کر مَیں نے بھی کئی دفعہ سُنایا ہے کہ حضرت اسماعیل شہید ایک دفعہ دہلی سے اپنے پیر حضرت سیّد احمد بریلوی صاحب سے جو افغانستان کی سرحد پر سکھوں کے ساتھ لڑنے کی تیاری کر رہے تھے ملنے کے لئے جا رہے تھے۔ جب وہ اٹک پہنچے تو اُنہیں بتایا گیا کہ یہاں ایک سکھ ایسا اچھا تیراک ہے کہ کوئی اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اُنہوں نے پوچھا کہ کیا کوئی مسلمان بھی اِس کا مقابلہ نہیں کرسکتا؟ اُنہیں بتایا گیا کہ نہیں۔ یہ سُن کر باوجودیکہ وہ ایک نہایت اہم کام پر جا رہے تھے وہیں ٹھہر گئے، تیرنے کی مشق کی، اس سِکھ سے مقابلہ کیا اور پھر اُسے شکست دے کر آگے بڑھے۔ یہ ایمانی غیرت ہے۔

پہلے مسلمان یہ گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی شخص کسی فن میں بھی ان سے آگے بڑھ جائے لیکن اب تو یہ حالت ہے کہ جب مسلمان کسی کو اپنے سے آگے بڑھتا ہؤا دیکھتے ہیں تو بجائے اِس کے کہ اِن میں کوئی غیرت پیدا ہو وہ کندھے ہلاتے ہوئے گزر جاتے ہیں کہ ہمیں کیا۔ مومن میں یہ غیرت ہونی چاہئے کہ کسی فن میں بھی کوئی اس سے آگے نہ بڑھنے پائے۔

پس ہر احمدی کو کوئی نہ کوئی پیشہ اور فن ضرور سیکھنا چاہئے اور اِس کے لئے جماعت کے پیشہ ور دوست اپنے نام لکھوائیں کہ وہ کس حد تک اپنا کام دوسروں کو سکھا سکتے ہیں اِس سکیم کو عملی صورت دینے کے لئے مَیں بعد میں کمیٹیاں مقرر کر دوں گا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ یہ پیشے اِس حد تک ہر شخص کو آ جائیں کہ وہ اپنے گھر میں بطور شغل اِن کو کر سکے اور پھر انہیں ترقی دے سکے۔ جب کوئی پیشہ معمولی طور پر آ جائے تو پھر رغبت سے اِسے بڑی ترقی دی جا سکتی ہے۔ پیشوں کے علاوہ بعض فنون بھی ایسے ہیں جو سیکھنے چاہئیں۔ جنگِ عظیم کے زمانہ میں ولایت میں ایک شخص بارکر نامی تھا اِس کے متعلق بہت شور پڑا کہ وہ ٹوٹی ہوئی ہڈیاں جوڑ دیتا ہے۔ وہاں یہ بات خلافِ قانون ہے کہ کوئی شخص بغیر سرٹیفکیٹ حاصل کئے سرجری کا پیشہ اختیار کرے۔ اِس لئے اِس پر مقدمہ چلایا گیا مگر سینکڑوں فوجیوں نے شہادتیں دیں کہ اِس شخص نے ہماری ایسی ہڈیاں جوڑ دی ہیں جن کو ڈاکٹر لا علاج قرار دے چکے تھے۔ آخر گورنمنٹ کو اُسے سرٹیفکیٹ دینا پڑا۔ یہاں قادیان میں بھی بعض لوگ ایسے فن جانتے ہیں اور باہر بھی ہیں۔ بعض نائی یا اَور لوگ ہیں جو ٹوٹی ہوئی ہڈیاں جوڑ دیتے ہیں یا بڑے بڑے خراب زخم اچھے کر دیتے ہیں۔ مجھے خود یاد ہے بچپن میں میرے پاؤں میں ایک دفعہ سخت چوٹ لگی تھی اور وہاں کبھی کبھی شدید درد ہوتا تھا۔ یہاں ایک دوست کی بیوی کو یہ فن آتا تھا کہ ایسی چوٹوں کا علاج کر سکے۔ ایک دفعہ میاں بیوی میں جھگڑا ہؤا اور بیوی میرے پاس شکایت لے کر آئی کہ میرا خاوند مجھے اِس کام سے روکتا ہے اور کہتا ہے کہ غیر مَردوں کی چوٹوں پر مالش وغیرہ نہیں کرنے دوں گا یہ ناجائز ہے۔ مَیں نے کہا کہ یہ بات تو صحیح نہیں۔ احادیث سے تو ثابت ہے کہ صحابہ میں عورتیں ہی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں۔[1] اِس وقت تو مجھے خیال نہ آیا مگر بعد میں جب ایک دفعہ اِس درد کا حملہ ہؤا تو مَیں نے پتہ کرایا وہ عورت تو فوت ہو چکی تھی مگر مجھے بتایا گیا کہ اس نے اپنی لڑکی کو وہ فن سکھایا ہؤا ہے۔

مَیں نے اُسے بلوا کر پاؤں پر مالش کرائی۔ اِس نے کہہ دیا تھا کہ پہلے یہاں وَرم ہو جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔ دو تین روز تو بہت ورم رہا پھر آرام آ گیا اور اب دس سال کے قریب ہو چکے ہیں وہاں درد نہیں ہؤا حالانکہ پہلے مَیں ہمیشہ علاج کرتا رہتا تھا۔ کئی مرہمیں لگا چُکا تھا اور آیوڈین وغیرہ بھی لگاتا رہتا تھا۔ تو یہ فن جسے ہڈی ٹھیک کرنا کہتے ہیں کئی لوگ جانتے ہیں۔ یہ مجھے معلوم نہیں کہ طبی اصطلاح میں اِسے کیا کہا جاتا ہے مگر بعض اَن پڑھ لوگ اِس کے ایسے ماہر ہوتے ہیں کہ ڈاکٹروں سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔ بعض نائیوں کے پاس ایسی مرہمیں ہیں کہ جن سے ڈاکٹروں کے لاعلاج زخم اچھے ہو جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک دفعہ ایک شخص نے لکھا کہ میری لات پر ایک زخم ہے اور ڈاکٹر کہتے ہیں کہ لات کٹوانی پڑے گی۔ حضور نے اُسے لکھا کہ بعض جراح بھی اپنے فن میں بڑے ماہر ہوتے ہیں اور خطرناک زخم اچھے کر دیتے ہیں۔ آپ کٹوانے سے پیشتر کسی جراح سے بھی علاج کرا کر دیکھ لیں۔ بعد میں اس دوست نے لکھا کہ مَیں نے ایک نائی کو دکھایا تھا جو اس علاقہ میں جراحی کے لئے مشہور تھا۔ اِس نے علاج کیا اور اب مَیں اچھا ہوں اور ڈاکٹر بھی اِس پر حیران ہیں تو ایسے فنون ابھی زندہ ہیں۔ سیّد احمد نور صاحب کابلی کے ناک پر زخم تھا اُنہوں نے کئی علاج کرائے، لاہور کے میو ہسپتال میں گئے، ایکسرے کرا کر علاج کرایا مگر زخم اَور بھی خراب ہوتا گیا۔ آخر وہ پشاور گئے اور وہاں ایک نائی سے علاج کرایا۔ اس نے صرف تین روز دوائی استعمال کرائی اور زخم اچھا ہو گیا۔ تو اب بھی ایسے ماہرینِ فن موجود ہیں جن کو ایسے ایسے پیشے آتے ہیں کہ اگر انہیں زندہ رکھا جائے تو ان سے آگے کئی نئے پیشے جاری ہو سکتے ہیں لیکن ان کے جاننے والے چونکہ انہیں زندہ رکھنے کی کوشش نہیں کرتے اِس لئے وہ ترقی نہیں کر رہے۔ اگر ان کی طرف لوگوں کو توجہ ہو تو اُن سے آگے کئی فنون نکل سکتے ہیں۔ مثلاً یہی ہڈیوں کا ٹھیک کرنا ہے پہلوان اور نائی اِسے جانتے ہیں اور اِس سے پرانی دردوں اور ٹیڑھی ہڈیوں کو درست کیا جا سکتا ہے۔ اِسے سیکھ کر پھیلانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ پُرانے زمانہ میں لوگ ان پیشوں کے اظہار میں بہت بُخل سے کام لیتے تھے اور کوئی کسی کو بتاتا نہ تھا اِس لئے وہ مِٹ گئے۔ یورپ والے ایسا نہیں کرتے بلکہ اپنے فن عام کر دیتے ہیں اِس سے وہ روپیہ بھی زیادہ کما سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سُنایا

کرتے تھے کہ ایک نائی تھا جسے ایسی مرہم کا علم تھا جس سے بڑے بڑے خراب زخم اچھے ہو جاتے تھے۔ لوگ دُور دُور سے اُس کے پاس علاج کرانے کے لئے آتے تھے۔ اُس کا بیٹا اِس کا نسخہ پوچھتا تو وہ جواب دیتا کہ اِس کے جاننے والے دُنیا میں دو نہیں ہونے چاہئیں۔ آخر وہ بوڑھا ہو گیا سخت بیمار ہؤا تو اُس کے بیٹے نے کہا کہ اب تو بتا دیں وہ کہنے لگا کہ اچھا اگر تم سمجھتے ہو مَیں مرنے لگا ہوں تو بتا دیتا ہوں مگر پھر کہنے لگا کہ کیا پتہ مَیں اچھا ہی ہو جاؤں اور اِس لئے پھر بتانے سے رُک گیا۔ چند گھنٹوں بعد اُس کی جان نکل گئی اور اُس کا بیٹا اِس فن سے محروم رہ گیا۔ وہ آرام سے بیٹھا تھا اور مطمئن تھا کہ گھر میں فن موجود ہے لیکن وہ اِس کے کسی کام نہ آ سکا۔ تو بخل ترقی کا نہیں بلکہ ذلت ورسوائی کا موجب ہوتا ہے بلکہ بعض دفعہ خاندانوں کی تباہی کا موجب ہو جاتا ہے تو ان پیشوں اور فنون کا سکھانا مضر نہیں بلکہ مفید ہے۔ اِس سے علم ترقی کرتا ہے اور مَیں چاہتا ہوں کہ یہ فنون خصوصاً مُردہ فنون کو ترقی دی جائے۔ بچپن میں ہم بعض باتیں بڑی بوڑھیوں سے سُنتے تھے اور خود چونکہ انگریزی طرز کی تعلیم حاصل کرتے تھے اِس لئے سمجھتے تھے کہ یہ غلط باتیں ہیں۔ مثلاً یہ کہ بنگال میں اِتنی باریک ململ تیار ہوتی تھی کہ سارا تھان انگوٹھی میں سے گزر جاتا تھا۔ اِسی طرح اَور بھی نہایت اعلیٰ کپڑے تیار ہوتے تھے۔ ہم سمجھتے تھے کہ یہ باتیں مُلکی غیرت کی وجہ سے ہیں مگر جب ادھورا علم مکمل ہؤا تو پتہ لگا کہ وہ سب باتیں صحیح تھیں۔ مَیں نے ایک انگریز کی کتاب پڑھی ہے جس میں اُس نے گورنروں اور سرکاری افسروں کی رپورٹوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ بنگال میں بہت سی ایسی صنعتیں تھیں جنہیں انگریزوں نے مٹا دیا یہاں کا تیار کردہ سامان ولایت کے تاجر لے جاتے تھے اور انگلستان کے امراء کے تعیُّش کا سامان یہاں سے جاتا تھا بلکہ جب مَیں نے زیادہ تحقیق کی تو معلوم ہؤا کہ انگریزوں کے کپڑوں کے نام بھی ایشیائی ہیں مثلاً ململ کو انگریزی میں Muslin کہتے ہیں۔ یہ لفظ دراصل موصلین ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اُس زمانہ میں ہندوستان کی تمام تجارت عرب کے رستہ ہوتی تھی اور عربوں کے ہاتھ میں تھی جیسے آجکل انگلستان کے ہاتھ میں ہے۔ بعض چیزوں کے متعلق ہم پہلے سمجھتے تھے کہ وہ انگریز بناتے ہیں مگر جب جنگ شروع ہوئی اور وہ آنی بند ہو گئیں تو ہم حیران ہوتے تھے کہ یہ کیوں نہیں آتیں حالانکہ وہ انگلستان میں تیار ہوتی ہیں مگر بعد میں معلوم ہؤا کہ وہ

دراصل انگلستان میں نہیں بلکہ جرمنی اور بیلجیئم میں بنتی تھیں۔ خصوصاً بعض دوائیاں ایسی تھیں جو جرمنی میں بنتی تھیں۔ ہندوستان میں چالیس ہزار تھان بڑا مشہور ہے یہ بیلجیئم میں بنتا ہے۔ انگریز تاجر وہاں سے لاکر ہندوستان میں بیچتے تھے اور لوگ سمجھتے تھے کہ انگلستان میں ہی بنتے ہیں۔ غرض جنگ کے دنوں میں جب ایسی اشیاء آنی بند ہوئیں یا کم ہوگئیں تو معلوم ہوا کہ یہ دوسرے مُلکوں کی تھیں۔ اِسی طرح پُرانے زمانہ میں تجارت عربوں کے ہاتھ میں تھی۔ وہ ہندوستان سے خرید کر لے جاتے تھے اور پھر مختلف ممالک میں پہنچاتے تھے۔ اِسی طرح ایک مشہور کپڑا ڈَمَسکس ہے۔ یہ دراصل دمشق سے جاتا تھا۔ ایک اور کپڑا ٹفٹ ہے یہ دراصل طافتہ ہے۔ گویا تمام مشہور کپڑوں کے نام یا تو عربی شہروں یا عربی الفاظ سے اخذ کردہ ہیں مگر آج ہمیں یہ خیال تک بھی نہیں آتا کہ یہ چیزیں ہماری ہیں اور یہاں سے جاتی تھیں۔ اِس زمانہ میں تمام تجارت عربوں اور ایرانیوں کے ہاتھ میں تھی مگر ایشیائیوں کے بخل کی وجہ سے یہ یورپ کے ہاتھ میں چلی گئی۔ یورپ میں ایک آدمی کوئی چھوٹی سی چیز لیتا ہے اور اُسے ایسی طرح پھیلاتا ہے کہ ہر شخص اُسے خریدنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ حضرت خلیفہ اوّل فرمایا کرتے تھے کہ یہ بچوں اور بیماروں کے لئے جو غذائیں ولایت سے آتی ہیں جیسے بیلنس فوڈ وغیرہ یہ یہی جَو اور جوار کا آٹا وغیرہ ہیں۔ کسی شخص کو علم ہو گیا اس نے خوبصورت ڈبوں میں بند کیا لیبل لگائے، ساری دُنیا میں اشتہار دیا اور اِس طرح فائدہ اُٹھایا لیکن ہمارے مُلک میں اگر کسی کو علم ہوتا تو وہ اگر اس کی ذات تک نہیں تو اُس کے خاندان تک محدود رہتا یا زیادہ سے زیادہ اس گاؤں تک محدود رہتا مگر وہ لوگ اپنے علم کو عام کر دیتے ہیں۔ جرمنی میں تو یہ قانون ہے کہ ہر دوائی کے ساتھ نسخہ بھی لکھ دیا جائے۔ اُنہوں نے ایسا قانون بنایا ہوا ہے کہ کِسی نئی دوا کا دریافت کرنے والا ہی چند سالوں تک اِسے تیار کر سکتا ہے۔ اِس عرصہ میں اگر کوئی اَور تیار کرے تو اُسے سزا دی جاتی ہے۔ اِس عرصہ کے بعد جس کا جی چاہے تیار کرے اور اِس طرح دریافت کرنے والے کو بھی کافی فائدہ پہنچ جاتا ہے اور علم بھی محدود نہیں رہتا۔ وہ لوگ چھپاتے نہیں بلکہ عام کرتے ہیں اور یہی اُن کی کامیابی کا راز ہے۔ یہی مرہمیں جو یہاں کے نائیوں کے پاس ہیں اگر اُن لوگوں کے پاس ہوتیں تو وہ اِس سے لاکھوں کروڑوں روپیہ کماتے اور اُن کی اشاعت بھی کر دیتے۔ وہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لئے

لاکھوں روپوں کے کارخانے جاری کر لیتے ہیں۔کونین ہی ہے یہ جزائر بحرالہند یا اُن کے قریب کے علاقوں میں پیدا ہوتی ہے۔ وہاں کے لوگ اِس کے درخت سے بیماریوں کا علاج تو کرتے تھے مگر کوئی تجارتی فائدہ نہ اُٹھا سکتے تھے۔ وہاں کوئی انگریز ڈاکٹر آیا اُسے علم ہؤا تو اُس نے پہلے اِس سے ٹنکچر سنکونا تیار کی اور پھر کسی اَور نے کونین بنالی اور اِس طرح اِس صنعت نے اِس حد تک ترقی کی کہ اب وہ لوگ جن کے پاس سے یہ جاتی ہے وہ بھی یورپ سے ہی خریدتے ہیں۔ اگر وہ خود اِس کام کو جاری کرتے اور اُسے وسعت دینے کا خیال کرتے تو خود فائدہ اُٹھا سکتے تھے۔ تو جو قومیں پیشوں کے اظہار میں بُخل سے کام نہیں لیتیں وہ غالب ہو جاتی ہیں اور اُن میں سے ایسے ماہر پیدا ہو جاتے ہیں کہ گو لوگ جانتے ہیں کہ یہ کام کس طرح کیا جاتا ہے مگر وہ اُن سے ہی کراتے ہیں کیونکہ فائدہ خالی علم سے نہیں ہوتا بلکہ مہارت سے ہوتا ہے۔

پس مَیں صرف یہ نہیں کہتا کہ کتابی علم عام کئے جائیں بلکہ حِرفہ اور فنون کی تعلیم کو بھی عام کیا جائے۔ یہ صرف غرباء کے لئے ہی نہیں بلکہ امراء کے لئے بھی مفید ہیں۔ پھر اِس لحاظ سے بھی یہ مفید ہوتی ہیں کہ بعض اوقات بڑے بڑے لوگوں کی بھی نوکریاں چھُوٹ جاتی ہیں۔ چار پانسو بلکہ ہزار ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ پانے والے RETRENCHMENT[۲] کی وجہ سے بے کار ہو جاتے ہیں یا اُن پر کوئی الزام لگتا ہے اور وہ برخاست ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر کوئی فن آتا ہو تو وہ تجارت وغیرہ شروع کر کے گزارہ کر سکتے ہیں لیکن کتابی علم والا صرف نوکری ہی کر سکتا ہے اور اِس وجہ سے جب وہ چھوٹ جائے تو گھر میں بیٹھ کر تمام اندوختہ کھا لیتا ہے اور پھر بچے بھی خراب ہوتے ہیں اور خود بھی آخری عمر میں تکلیف اُٹھاتا ہے۔

پس میری تجویز یہ ہے کہ پہلے تو تین ماہ☆ کے عرصہ میں سب کو کتابی تعلیم دے دی جائے اِس کے بعد حِرفہ کی طرف توجہ کی جائے اور جن کو خدا تعالیٰ توفیق دے وہ مجھے لکھیں کہ وہ کیا کیا پیشے جانتے ہیں اور کتنے لوگوں کو کتنے عرصہ میں سکھا سکتے ہیں اور کیا کیا انتظامات ضروری ہیں؟ مَیں چاہتا ہوں کہ سب لوگ کوئی نہ کوئی پیشہ سیکھ جائیں۔ کوئی نجاری، کوئی معماری اور کوئی لوہار کا کام اور کوئی موچی کا کام۔ یہ کام اتنے اتنے سیکھ لئے جائیں کہ گھر میں بطور شغل اختیار

☆ چھ ماہ (منہ)

کئے جاسکیں اور اگر کوئی مہارت پیدا کرے تو وہ اختیار بھی کر سکے۔ اِس سے قومی رنگ میں بھی کئی فوائد ہو سکتے ہیں مثلاً اگر موچی کا کام آتا ہو تو ایک دن مقرر کر کے غرباء کے لئے جُوتے تیار کئے جاسکتے ہیں۔ چمڑا جماعت کی طرف سے دے دیا جائے اور سب بیٹھ کر جُوتے تیار کر دیں یا معمار، نجار اور لوہار وغیرہ مل کر ایک دن کسی غریب کا مکان بنا دیں۔ یہ خدمت ہوگی جس سے ثواب حاصل ہوگا اور غریب کا مکان بھی بغیر خرچ کے تیار ہو جائے گا۔ یہ اِسی صورت میں ممکن ہے کہ اِن پیشوں کو عام کر دیا جائے ورنہ اگر پیشہ ور ایسا کرنے لگیں تو وہ سارا سال مُفت ہی کرتے رہیں گے جس طرح سب مل کر مٹی ڈالتے ہیں اِسی طرح سب مل کر کسی غریب کا مکان بنا دیں۔ ماہر اور کاریگر معمار اور نجار وغیرہ نگرانی کرتے رہیں اور دوسرے کام کریں۔ اِس طرح قومی عمارتیں بھی تیار ہوسکتی ہیں۔

پس مَیں کتابی تعلیم سے زیادہ عملی تعلیم کی وسعت چاہتا ہوں۔ بے شک کتابی علم مُفید ہے مگر اِس سے بڑھ کر فنون اور پیشوں کا علم مُفید ہے اور اِس سے قوم کا اقتصادی معیار بُلند ہوتا ہے۔

مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ خدّام الاحمدیہ تین دن کے اندر اندر ایسی سکیم پیش کر دیں گے کہ جس سے تین ماہ☆ کے اندر اندر قادیان میں کوئی شخص اَن پڑھ نہ رہے اور ایک ہفتہ کے اندر اندر وہ لوگ جو پیشے اور فنون جانتے ہیں مجھے اطلاع دے دیں گے کہ وہ کیا کیا پیشے جانتے اور کتنے کتنے لوگوں کو سکھا سکتے ہیں؟

بعض فن ایسے ہیں جنہیں عام لوگ جانتے بھی نہیں۔ ہم تو یہ عام معمار، نجار، لوہار، موچی وغیرہ کے پیشوں کو ہی جانتے ہیں۔ اِس کے علاوہ بھی بہت سے پیشے ہیں جو ہم نہیں جانتے۔

مَیں نے ایک دفعہ پتہ کرایا تھا تو معلوم ہؤا کہ ایک دوست کلاہ بنانا جانتے ہیں اور جو دوست ایسے پیشے اور فنون جانتے ہوں وہ بھی مجھے اطلاع دیں۔ اگر ان کو جاری کر دیا جائے تو کئی لوگوں کے گزارہ کی صورت پیدا ہوسکتی ہے اور کئی ایک کی آمد میں ترقی ہوسکتی ہے۔

پس جِسے کوئی پیشہ آتا ہو وہ مجھے اطلاع دے تا دوسروں کو سکھانے کا انتظام کیا جاسکے۔

مَیں تو چاہتا ہوں کہ مدرسوں میں بھی ایسے فنون سکھانے کا انتظام کیا جائے اور طالب علم

☆ چھ ماہ (منہ)

جب ہمارے مدرسہ سے انٹرنس پاس کر کے نکلے تو وہ صرف انٹرنس پاس نہ ہو بلکہ موچی، معمار یا لوہار بھی ہو اور اگر یہ سکیم کامیاب ہو جائے تو جماعت کی اقتصادی حالت میں بہت اصلاح ہوسکتی ہے اور اِس کے علاوہ ایسے نوجوانوں کے لئے بھی کام کا انتخاب کرتے وقت وسیع میدان ہوسکتا ہے۔ اب تو انٹرنس پاس کرنے والے نوجوان کے لئے دائرہ بہت محدود ہے وہ صرف کلرکی ہی کر سکتا ہے مگر کوئی پیشہ جاننے کی صورت میں یہ دائرہ بہت وسیع ہوگا۔ مثلاً لوہار کا کام جاننے والا انٹرنس پاس ریلوے میں آسانی کے ساتھ فورمین ہوسکتا ہے اور اڑھائی تین سو روپیہ ماہوار تک تنخواہ پا سکتا ہے مگر کلرک پندرہ بیس سال کی ملازمت کے بعد بمشکل پچھتر روپیہ تک پہنچتا ہے۔ تعلیم یافتہ پیشہ ور کے لئے ترقی کا بہت موقع ہوتا ہے سندھ میں مجھے ایک شخص نے جو وہاں اسسٹنٹ انجینئر تھے سُنایا کہ مَیں لوہار ہوں۔ اُن میں یہ خوبی تھی کہ وہ اپنی گزشتہ حالت کو چھُپاتے نہ تھے۔ بعض لوگ بہت چھُپاتے ہیں۔ اُنہوں نے مجھے بتایا کہ مَیں پہلے بیس تیس کا مستری تھا لیکن جس وقت مَیں انہیں مِلا ہوں وہ خان بہادر اور اسسٹنٹ انجینئر تھے اور اُنہوں نے لوہار کے کام سے ہی ترقی کی تھی۔ محنتی آدمی تھے، رات دن محنت کرنے والے اور خطرہ سے نہ ڈرنے والے تھے۔ اُنہوں نے سُنایا کہ ایک دفعہ دریائے سندھ کا پُل ٹوٹنے لگا، اِس زور سے طغیانی آئی کہ سب لوگ بھاگ گئے۔ اِس کے ایک حصّہ کی نگرانی میرے سپرد تھی۔ مَیں نے سمجھا کہ میری ملازمت کا سارا ریکارڈ آج تباہ ہو جائے گا۔ مَیں نے سوچا کہ اگر مَیں خود پیچھے رہا تو کوئی آگے نہ بڑھے گا اِس لئے مَیں خود پانی میں کُود پڑا اور ساتھیوں سے کہا کہ کم بختو بھاگتے کہاں ہو؟ اور کچھ نہیں تو مٹی کے بورے بھر بھر کر ہی میرے آگے ڈالتے جاؤ۔ چنانچہ وہ ساری رات مٹی ڈالتے رہے نتیجہ یہ ہؤا کہ صبح کے وقت وہ شگاف بند ہوگیا اور اس طرح مُلک بھی تباہی سے بچ گیا اور بیراج پر جو کروڑوں روپیہ خرچ ہو چُکا تھا وہ بھی ضائع ہونے سے بچ گیا۔ اِن کی اِس خدمت کی گورنمنٹ نے بہت قدر کی۔ وائسرائے نے بھی خوشنودی کی چِٹھی بھجوائی۔ خان بہادر بنا دیا گیا اور عُہدہ میں بھی ترقی ہوئی۔ تو محنت کرنے والا انسان ہمیشہ ترقی کر کے بڑھتا جاتا ہے۔ ولایت میں ہزاروں ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اِسی طرح ترقی کی ہے۔ ایڈیسن جس نے فونوگراف ایجاد کیا ہے وہ پہلے ایک کارخانہ میں چِٹھیاں پہنچانے پر ملازم تھا مگر اُسے محنت

کی عادت تھی۔ جب وہ ایک چِٹھی پہنچا کر آتا تو دوسرا آرڈر ملنے تک بیٹھا سائنس کے تجربے کرتا رہتا۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ جب وہ جوانی کو پہنچا تو سائنس سے بخوبی واقف ہو چُکا تھا اور مرنے تک اُس نے ایک ہزار ایک ایجادات کیں اور ہر کارہ سے کروڑ پتی ہو کر مرا۔ ایسے واقعات ہزار ہا ہیں کہ لوگ معمولی مزدور کی حیثیت سے ترقی کر کے بڑے آدمی بن گئے جس کی وجہ یہ ہے کہ اُنہوں نے اپنی تعلیم کو جاری رکھا لیکن ہمارے مُلک میں یہ ذہنیت ہے کہ لوہار ترکھان وغیرہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں تعلیم کی کیا ضرورت ہے؟ اور تعلیم حاصل کرنے والے خیال کرتے ہیں کہ ہمیں کوئی پیشہ سیکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ حالانکہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کی مُمِد ہیں اور مُفید ہیں لیکن یہاں جو شخص پڑھے وہ کہتا ہے مَیں لوہار یا بڑھئی کیوں بنوں اور جو لوہار یا بڑھئی ہو وہ کہتا ہے کہ مَیں پڑھوں کیوں؟ حالانکہ جو پیشہ ور تعلیم یافتہ ہو وہ روپیہ ڈیڑھ روپیہ روزانہ کمانے کے بجائے چار پانچ روپے کما سکتا ہے اور تعلیم یافتہ آدمی اگر پیشہ جانتا ہو تو وہ بھی زیادہ ترقی کر سکتا ہے۔ پس طالب علموں کے لئے بھی میرا ارادہ ہے کہ ان کو پیشے سکھانے کا انتظام کیا جائے۔ گو اِس کے متعلق ابھی کوئی سکیم میرے ذہن میں نہیں کہ جس سے تعلیم کو نقصان پہنچائے بغیر یہ کام سکھائے جا سکیں اور مَیں سمجھتا ہوں اگر جماعت اِس میں کامیاب ہو جائے تو پہلا لڑکا جسے نوکری ملے وہ ہمارے سکول کا طالب علم ہوگا اور ملازم رکھنے والوں کی نظرِ انتخاب سب سے پہلے اِسی سکول سے پڑھ کر نکلنے والوں پر پڑے گی۔

پس پیشہ ور احباب اپنے اپنے نام اور پیشے مجھے لکھیں کہ جو دوسروں کو سکھا سکتے ہیں اور خدّام الاحمدیہ تین دن کے اندر اندر مجھے اطلاع دے کہ تعلیم کو عام کرنے کے لئے ان کی کیا سکیم ہے؟ اور اِسی طرح لجنہ دو ہفتہ کے اندر ایسی سکیم پیش کرے کہ جس سے قادیان کی ہر عورت کو تعلیم یافتہ بنایا جا سکے۔‘‘ (الفضل ۲۹؍اپریل ۱۹۳۹ء)

---

۱ ابو داؤد کتاب الجهاد باب فِی النساء یَغْزُوْنَ

۲ RETRENCHMENT: Reduce the amount of cost The یعنی مہنگائی کی وجہ سے تنخواہ/آمدا تنی کم ہو جانا کہ گزارہ نہ ہو سکے۔ معاشی مشکلات کی وجہ سے کوئی ادارہ اپنے ملازمین کو تنخواہ نہ دے سکنے کی وجہ سے اُن کو فارغ کر دے اور اُن کی ضرورتیں پوری نہ ہو سکیں۔